اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد درج ذیل آیات قرآنیہ تلاوت فرمائیں:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ (البقرہ: ۲۲۶)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۴﴾ (البقرہ: ۲۶۴)

یہ دو آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت حلم کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو حلیم کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ ایک جگہ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ فرمایا اور دوسری جگہ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ فرمایا اور مضمون کی مطابقت کے ساتھ جہاں غَنِيٌّ حَلِيْمٌ فرمایا وہاں غِنَا کا ہی تعلق حلم سے ثابت ہوتا ہے اور جہاں غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ فرمایا وہاں بخشش کا تعلق حلم سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سی اور آیات میں حلیم کا تعلق بعض دوسری صفات کے ساتھ جوڑ کر بیان فرمایا ہے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ مختلف صفات ہر موقع کے لحاظ سے بعض دفعہ اکیلی کافی نہیں ہوتیں ان کا جوڑ ہے ایک جو موقع اور محل کے مطابق بدلتا رہتا ہے اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ ایک صفت جلوہ دکھاتی ہے، بعض دفعہ دو صفات مل کر جلوہ دکھاتی ہیں، بعض دفعہ تین صفات مل کر جلوہ دکھاتی ہیں اور موقع اور محل کی مناسبت سے وہ صفات کا

آپس میں جوڑ تبدیل بھی ہوتا رہتا ہے۔ بندہ بھی اپنے خدا سے ہی رنگ سیکھتا ہے جیسا کہ میر دردؔ نے کہا:

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

کہ تو بھی تو شانیں بدلتا رہتا ہے ہمارا دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھے ہوئے ہے آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن: ۳۰) کی تفسیر بیان کی انہوں نے۔ تو جو بندہ صفات باری تعالیٰ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اس کا کام یہ ہے کہ صفات پر غور کرے اور ان کی تبدیلیوں پر غور کرے اور ان کے جوڑوں پر غور کرے اور ہر حال کے مطابق خدا تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہو جائے جو اس حال سے مناسبت اور مطابقت رکھتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرمایا کہ

عدو جب بڑھ گیا شور و فُغاں میں
نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں
(درثمین صفحہ: ۵۰)

تو اس سے مراد صفات باری تعالیٰ ہی ہے یعنی ہم عدو کے ہر حملہ کے مقابل پر خدا کی ایک صفت میں ڈھانپے گئے، اسکو ہم نے اوڑھ لیا اور اب عدو کے لئے ممکن نہیں رہا کہ صفات باری تعالیٰ پر حملہ کئے بغیر ہماری ذات تک پہنچ سکے۔ چنانچہ قرآن کریم نے صفات کو اختیار کرنے کے لئے جو طریق اختیار فرمایا بندے کو سکھایا، وہ ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ: ۱۳۹) کہ خدا کی صفات میں رنگین ہو جاؤ۔ رنگ جب چڑھتا ہے کپڑے پر تو پینٹ (Paint) نہیں ہوتا کہ باہر پینٹ کر دیا جائے اور اندر سے خالی ہو، رنگ میں خوبی یہ ہے کہ وہ اس وجود کے ذرہ ذرہ میں ڈوب جاتا ہے جس وجود پر رنگ چڑھتا ہے۔ اس کے فائبر Fiber میں، اس کے دھاگے میں، اس کے ہر ہر ذرہ میں اس طرح جذب ہو جاتا ہے کہ کوئی ذرہ بھی خالی نہیں رہتا۔ اس کو آگے سے چیریں تب بھی رنگ پہلے کٹے گا پھر اس کے ذرہ وجود میں داخل ہوگا، پیچھے سے چیریں تب بھی رنگ پہلے کٹے گا پھر اس کے وجود میں داخل ہوگا، سوئی چبھوئیں، کوئی طریق بھی اختیار کریں، قینچی سے کاٹیں ممکن ہی نہیں ہے کہ رنگ کو کاٹے بغیر اس وجود پر حملہ ہو سکے تو:

نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مصرعے میں صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کی ہی تفسیر فرمائی گئی ہے اور جب بھی دشمن حملے کرتا ہے تو ایک ہتھیار سے حملے نہیں کرتا کبھی وہ کوئی ہتھیار اٹھاتا ہے اور کبھی وہ کوئی ہتھیار اٹھاتا ہے اور شیطان کے پاس جتنے بھی ہتھیار ہیں ان تمام ہتھیاروں سے کبھی وہ ایک ایک، کبھی دو دو، کبھی چار چار اکٹھے کر کے وہ حملے کرتا ہے۔ مومن کے ترکش میں، اس کے اسلحہ خانہ میں ہر ہتھیار کے مقابل پر اور ہتھیار کے ہر جوڑ کے مقابل پر صفات باری تعالیٰ کے ہتھیار ہیں اور ان کے جوڑ ہیں۔ وہ فن آپ سیکھ جائیں تو سب سے عظیم الشان اور کامیاب مجاہد بن جاتے ہیں۔ ہر موقع اور محل کے مطابق صفت باری تعالیٰ موجود ہے جو آپ کی حفاظت فرمائے گی اور پھر ایک صفت کی بجائے دو صفات اور تین صفات اور چار صفات یہ اس طرح آپس میں مل کر آپ کی حفاظت کریں گی کہ ممکن نہیں ہے دشمن کے لئے کہ وہ خدا تعالیٰ پر حملہ کئے بغیر اور خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکائے بغیر آپ پر حملہ کر سکے۔

یہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ دوستیوں کی اصل بنیادی وجہ صفات کا ملنا ہوتا ہے۔ ہم مشرب و ہم پیالہ کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ ایک صفت ایک عادت صرف اکٹھی ہے شراب پینے کی اور اس کے نتیجہ میں گہری دوستیاں ہو جاتی ہیں۔ تو جب ایک ایک عادت بھی انسان کو ایک دوسرے انسان کے ساتھ اس طرح باندھ لیتی ہے کہ ایک انسان دوسرے کے لئے غیرت دکھاتا ہے، اس کے لئے قربانیاں کرتا ہے، اس سے محبت اور پیار کا اظہار کرتا ہے، اس کے دشمن کا دشمن ہو جاتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ایک بندہ اپنے خدا کی صفات اختیار کرلے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہ غیرت نہ دکھائے، یہ ناممکن ہے۔ جس صفت کو بندہ اختیار کرتا ہے اس صفت میں اس کا خدا سے ایک جوڑ بن جاتا ہے اور جب اس صفت پر حملہ ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کی صفت از خود اس کی حفاظت کے لئے سامنے آجاتی ہے پس اس لحاظ سے حلم بھی ایک بہت ہی عظیم الشان صفت ہے جسکو اپنانے کی ضرورت ہے اور خصوصاً اس وقت جب کہ دشمن غیظ و غضب دکھا رہا ہو اور حد سے آگے بڑھ رہا ہو اس وقت حلم کی صفت کی بہت ہی ضرورت پیش آتی ہے۔

حلم کے معنی ہیں بردباری، فہم اور عقل لیکن حلم میں اور عام عقل میں، عام فہم میں ایک فرق یہ ہے جو قَامَ اور اِسْتَقَامَ میں ہے۔ قَامَ بھی کھڑے ہوئے شخص کے لئے بولا جاتا ہے اور اِسْتَقَامَ بھی کھڑے ہوئے شخص کے لئے بولا جاتا ہے لیکن قَامَ میں مقابلہ نہیں ہوتا اِسْتَقَامَ میں مقابلہ پایا جاتا

ہے۔ قَـامَ ایسے کھڑے ہوئے آدمی کے متعلق کہہ سکتے ہیں جو از خود کھڑا ہے کوئی اسکو دھکا نہیں دے رہا کوئی تیز ہوا نہیں چل رہی اس کے قدم اکھاڑنے کے لئے لیکن اِستِقَـامَ اس شخص کے لئے آتا ہے جس کو تند ہواؤں کا مقابلہ ہو، دھکوں کا مقابلہ ہو، مشکلوں کا مقابلہ ہو، زلازل کا مقابلہ ہو اس کے باوجود اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے، وہ قائم رہے اپنے حال پر مخالفتوں کے باوجود۔

پس حلم اس عقل کو کہتے ہیں جو غصہ کے باوجود قائم رہے، اور حلم اس عقل کو کہتے ہیں جو دشمن کے غصے کے باوجود بھی قائم رہے اور اپنے اندرونی غصہ کے باوجود بھی قائم رہے۔ پس اللہ تعالیٰ حلیم ہے ان معنوں میں کہ جب خدا کے دشمن یا خدا کے بندوں کے دشمن غصہ دلاتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بردبار ہوتا ہے اور اپنے حلم کو قائم رکھتا ہے اور حلم کے نتیجہ میں پھر مغفرت پیدا ہوتی ہے۔ حلم نہ ہو تو غصہ کے نتیجہ میں جلد بازی پیدا ہوتی ہے اور اندرونی غصہ کے مقابل پر جب انسان پر یہ لفظ بولا جائے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ غصے کو عقل پر قبضہ نہ کرنے دے انسان۔ غصہ ایک حرکت کا مطالبہ کرتا ہے بعض دفعہ بڑی تیزی کے ساتھ، عجلت کے ساتھ کہتا ہے کہ جواب میں یہ کہو۔ حلم اس وقت قبضہ کر لیتا ہے اور غصے کو اپنی من مانی نہیں کرنے دیتا۔ ایسی عقل اور ایسی فہم کو جو اس طرح مقابل پر آ کر پھر بھی ثبات دکھا دے اور قائم رہے اور غالب آجائے جذبات پر اس کو حلم کہتے ہیں۔

پس اگرچہ یہ عقل ہے لیکن اس کا دل سے بھی تعلق ہے، اس کا جذبات سے تعلق ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق جو خوشخبریاں دی گئیں ان میں ایک فقرہ یہ تھا ''وہ دل کا حلیم ہوگا''۔ بظاہر تو حلم کا عقل سے تعلق ہے دل کے حلیم کا کیا مطلب ہے؟ مراد یہی ہے کہ جذبات جب اسے مشتعل کرنے کی کوشش کریں گے اور اس سے جلد بازی کی حرکتیں کروانے کی کوشش کریں گے شدید مخالفتیں اس کے پاؤں اکھیڑنے کی کوشش کریں گی اس کے دل میں حلم ہوگا یعنی عقل ایسی ہوگی جو دل پر قبضہ کئے ہوئے ہوگی اور جذبات سے فیصلے نہیں کرے گا بلکہ فہم اور فراست سے فیصلے کرے گا۔

آنحضرت ﷺ نے مختلف رنگ میں حلم کی تعلیم دی اور صحابہ کی تربیت اس رنگ میں فرمائی کہ ان میں حلم پیدا ہو بعض دفعہ حکایات کے رنگ میں، بعض دفعہ اللہ تعالیٰ نے بعض خبریں آپ ؐ کو عطا فرمائیں وہ بیان کیں، بعض دفعہ صاف اور سیدھی اور نہایت پاکیزہ دلنشین نصیحت کے ذریعہ۔

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰؑ میں تیرے بعد ایک ایسی قوم پیدا کرنے والا ہوں اگر ان کو کوئی ایسی نعمت ملے گی جو انہیں پسند ہو تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور شکر ادا کریں گے اور اگر انکو کوئی تکلیف پہنچے گی جس سے وہ دکھ پائیں تو وہ اس کو ثواب کا ایک ذریعہ سمجھیں گے اور صبر سے کام لیں گے جبکہ دنیا سے حلم اور علم مفقود ہو چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا اے باری تعالیٰ! اے میرے رب! وہ کیسے یہ کر سکیں گے جب کہ دنیا سے خود تیرے ہی قول کے مطابق علم بھی مفقود ہو چکا ہوگا اور حلم بھی مفقود ہو چکا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں اپنے حلم اور علم کے خزانے سے ان کو عطا کروں گا۔ (مسند احمد کتاب مسند القبائل باب بقیہ حدیث ابی الدرداء) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے منہ سے یا ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے جو حکایت بیان فرمائی ہے یہ حکایت نہیں ہے یعنی ان معنوں میں جس طرح کہانی ہو، یہ حدیث قدسی ہے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ خبر نہ دی ہو یہ ممکن ہی نہیں کہ آنحضور ﷺ کوئی بات بیان فرمائیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی طرف اس بات کو منسوب کرنے میں ایک پیغام ہے اول تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے پہلی قوم جو ظاہر ہوئی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوم ظاہر ہوئی ہے اور ان کے مابین اور کوئی نہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت حلم کو دوبارہ قائم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ جب کہ کلیتہً دنیا سے مفقود ہو چکا تھا اور اس وقت علم کو قائم کیا ہے جب کہ کلیتہً دنیا سے علم مفقود ہو چکا تھا۔

ان معنوں پر اگر غور کریں تو هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا (الجمعہ:۳) میں اُمِّییٖن سے مراد صرف اہل عرب نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ہے رَسُوْلًا مِّنْهُمْ وہ اُمِّییٖن ہی میں سے ایک رسول تھا اور ان کی طرف تھا۔ آنحضرت ﷺ صرف اہل عرب کی طرف تو نہیں تھے وہ تو تمام دنیا کی طرف رسول تھے اس لئے وہ ایک ایسا وقت تھا جب کہ واقعتہً دنیا سے علم مفقود ہو چکا تھا، صرف عرب اُمّی نہیں تھے بلکہ بظاہر پڑھی لکھی قومیں، بڑے بڑے علم کی محافظ اور پاسبان بننے والی قومیں بھی حقیقتہً پوری طرح جاہل ہو چکی تھیں اور حلم بھی مفقود ہو چکا تھا۔ عرب کی تاریخ پڑھیں یا دوسری قوموں کی اس زمانے میں تاریخ پڑھیں حلم تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ عنقا ہے، کوئی ایسا وجود ہے جو اس دنیا میں پایا ہی نہیں جاتا۔ دوسری صفات بعض اچھی موجود تھیں مثلاً سخاوت تھی مثلاً انکساری بھی تھی، عفو بھی تھا، اس کی بڑی اچھی مثالیں ملتی

ہیں لیکن حلم قریباً مفقود نظر آتا ہے اور علم یعنی روحانی علم وہ بھی کلیتہً مفقود نظر آتا ہے۔ تو ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا یہ مکالمہ بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان ایسی دو صفات کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے تشریف لائے جن کا پہلے کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا تھا اور حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اتنی بڑی تباہی آئی ہے دنیا پر کہ علم اور حلم دونوں اٹھ چکے تھے اور محض خدا نے اپنے فضل سے عطا کیا۔ انسان کی طاقت نہیں تھی کہ اس وقت ان دو صفات کو دوبارہ دنیا میں جاری کر سکے۔ دوسرا حضرت عیسیٰؑ کی طرف جب بات منسوب ہوتی ہے اور آپؑ کے بعد کہا جائے تو اس سے مراد دوسرا عیسوی دور بھی ہے یعنی مسیح کا ایک اول دور بھی اور مسیح کا ثانوی دور بھی۔ موسیٰ صاحب شریعت نبی تھے اور امت کے اول تھے ان معنوں میں حضرت موسیٰؑ کی آنحضور ﷺ کے ساتھ ایک مماثلت پائی جاتی ہے اور عیسیٰؑ کی اس مسیح سے مماثلت ہے جس کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔

پس خاص طور پر جماعت احمدیہ سے بھی اس کا تعلق ہے اور جماعت احمدیہ کو ان دو امور میں ترقی کی خوشخبری بھی دی گئی ہے اور ان کی طرف توجہ کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علیم یعنی اس کے علیم ہونے سے حصہ پاؤ اور اس کے حلیم ہونے سے حصہ پاؤ یہ دو صفات اگر تم مضبوطی سے پکڑ لو گے تو تمہارے لئے یہ عظیم الشان کام دکھائیں گی۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جماعت احمدیہ کے لئے خوشخبری بھی بہت ہے اور توجہ بھی دلائی گئی ہے۔ علم کی طرف تو جو رو چلی ہے اس وقت جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو غریق رحمت فرمائے، آپ نے غیر معمولی توجہ دی جماعت کے علمی معیار کو بڑھانے کی طرف اور ایک رو چلادی، ایک جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ اس کثرت کے ساتھ تمام دنیا سے علم کو بڑھانے کی دعاؤں کے لئے خط آتے ہیں کہ دنیا میں کسی قوم میں کبھی بھی کسی نسل میں بھی اس کثرت سے ایسے بچے نہیں پیدا ہوئے جو اپنے علم کو بڑھانے کے لئے اس طرح خدا سے دعائیں کرتے ہوں اور دعائیں منگوانے کے لئے خط لکھتے ہوں۔ ایک ہی قوم ہے اس وقت دنیا میں جماعت احمدیہ، کوئی مثال ہی نہیں اس کی نہ یورپ میں، نہ امریکہ میں، نہ چین میں، نہ جاپان میں، نہ روس میں، کہیں بھی اس طرح آپ کو طالب علم نہیں ملیں گے جو اپنے زور پر، اپنی قوت سے علم حاصل کرنے کو کافی نہ سمجھتے ہوں اور محتاج سمجھیں اپنے آپ کو ہر لحظہ دعاؤں کا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا۔

پس اس حدیث میں جو خبر دی گئی ہے وہ یہی ہے کہ خدا اپنی طرف سے ان کو علم عطا فرمائے گا

اور اپنی طرف سے حلم عطا فرمائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ علم اور حلم دونوں کے لئے ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے علم کی طرف تو جماعت توجہ کر رہی ہے پہلے ہی اور بکثرت علم کے لئے دعاؤں کے خطوط آتے ہیں لیکن حلم والا پہلو ابھی نظر سے اوجھل ہے اور حلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ سچا علم حلم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ مگر بہر حال اس وقت میں آپ کے سامنے جو حلم کا خاص پہلو رکھنا چاہتا ہوں وہ ہے غصہ کے وقت اپنی ذہنی حالت کو متوازن رکھنا اور مشتعل ہو کر عقل کو نہ کھونا، ایسی حالت میں صاحب عقل اور صاحب فہم رہنا جبکہ عام انسان اس وقت عقل اور فہم دونوں کو کھو دیتے ہیں اور مغلوب الغضب ہو کر پھر وہ فیصلے کرتے ہیں اور حرکتیں کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتے دار ہیں میں ان کے ساتھ ملتا ہوں وہ کاٹتے ہیں یعنی میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ تعلق توڑتے ہیں، میں بھلائی کرتا ہوں اور وہ مقابل پر بدی کرتے ہیں وہ جہالت کرتے ہیں میرے سے یعنی ایسی جاہلانہ غصے سے مغلوب ہو کر حرکتیں کرتے ہیں کہ ان میں کوئی عقل کی بات نہیں ہوتی۔ (جہالت اور غصے کی حرکت یہ حلم کے بالکل متقابل صفات ہیں) تو میں حلم سے کام لیتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر واقعی ایسا ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں گرم راکھ بھر رہا ہے یعنی خاک ڈال رہا ہے ان کے منہ میں۔ اس سے اچھا جواب تو نہیں دے سکتا جو تو دے رہا ہے اور جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گی۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ والادب باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا)

پس حلم کا اور فائدہ جو دنیاوی طور پر خود بخود پہنچتا ہے وہ تو ہے یہ ایک حیرت انگیز اور عظیم الشان فائدہ ہے کہ حلم کے نتیجہ میں بندہ کوئی نقصان اٹھا ہی نہیں سکتا۔ بظاہر وہ جو حقوق چھوڑ رہا ہے، بظاہر جو جائز بدلے چھوڑ رہا ہے اپنے، آنحضرت ﷺ اسکو خوش خبری دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکی مدد پر کھڑا ہے مسلسل ایسی حالت میں۔ اکثر ہمارے خاندانی جھگڑے حلم کی کمی کی وجہ سے ہوتے ہیں یعنی حلم کا مطلب یہ ہے کہ غصے کی جائز وجہ ہو اور پھر برداشت کرے انسان پھر جلد بازی میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے تکلیف آگے بڑھے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ غصہ کی جائز وجہ نہ ہو اور پھر وہ حلم دکھائے، غصے کی وجہ موجود ہونی چاہئے اور جتنے جھگڑے ہیں ان میں ہر فریق یہی کہتا ہے کہ آپ ہمیں سمجھاتے ہیں؟ واقعتہً اس کا قصور

ہے اس نے یہ حرکت کی ہے اور دونوں فریق اس بات پر مصر ہوتے ہیں کہ دوسرے کا یہ قصور موجود ہے اس لئے ہم یہ کریں گے تو ایسی مشکل صورت میں جب کہ فریقین اس ضد پر قائم ہوں کہ قصور دوسرے کا ہے حلم اس گتھی کو سلجھا سکتا ہے اور کوئی چیز نہیں سلجھا سکتی۔ حلم بتا تا ہے کہ ہاں ٹھیک ہے ہم اس جھگڑے میں نہیں پڑتے عدل کے مقام پر ہم نہیں آتے کہ کس کا قصور ہے اور اس کو کتنی سزا ملنی چاہئے ہم تمہیں یہ کہتے ہیں کہ دوسرے کا قصور ہو پھر تم برداشت کرو پھر حوصلہ دکھاؤ اس کو حلم کہتے ہیں۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کی صفت حلیمی سے تعلق باندھنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ خدا تمہارے لئے حلیم ہو جائے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے حالات میں بھی حوصلے دکھاؤ جب کہ دوسرے کا قصور ہو اور تم سمجھتے ہو بہر حال کہ دوسرے کا قصور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلّل اختیار کرو (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۱۲) اور جب بھی جھگڑا ہو ہر فریق سچا ہی سمجھ رہا ہوتا ہے اپنے آپ کو اور جتنا بھی مغلوب الغضب ہوگا اتنا اس کا فیصلہ غلط ہوگا لیکن یقین پورا ہوگا کہ میں سچا ہوں یہ ایک انسانی فطرت ہے۔ تو حلیم کا اول تو فیصلہ ہی درست ہوتا ہے اور اس کے اندر سے علم پھوٹتا ہے جو ہمیشہ اس کی راہنمائی سچی کرتا ہے اس کو ایک روشنی عطا کرتا ہے کہ یہاں کتنا قصور تمہارا ہے، کتنا مدمقابل کا ہے؟ لیکن حلم کی کمی کے نتیجہ میں اول تو یہ مشکل صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر فریق لازماً اپنے آپ کو سچا سمجھتا ہے کیونکہ غصہ کی حالت میں فیصلے کر رہا ہے۔ اگر وہ ٹھنڈے مزاج سے فیصلہ کرے جس کو حلم کہتے ہیں تو ہو سکتا ہے اس کا فیصلہ بالکل مختلف ہو لیکن حلم اب بھی اس کی مدد پر آتا ہے وہ کہتا ہے بہت اچھا تم نے غصہ کی حالت میں ایک فیصلہ کر لیا تم سمجھتے ہو کہ تم سچے ہو اور تمہارا مقابل جھوٹا ہے، اب خدا کی حلیمی کی صفت، اس کا حلیم ہونا تم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ بہت اچھا اگر تم سچے ہو اور وہ جھوٹا ہے تم پر ظلم ہو گیا، تم غصے کی حالت میں ہو اب چھوڑ و اپنا حق اب اس سے رحم کا سلوک فرماؤ۔ یہ حلم ہے اور اب جلد بازی میں کوئی فیصلے نہ کر بیٹھنا، کوئی ایسے قدم نہ اٹھا بیٹھنا کہ پھر ان کی واپسی ممکن نہ ہو اور اسی کا نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ رکھتے ہیں تم سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا اور یہ حضرت معاذ بن انسؓ کی روایت ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے غصہ کو ضبط کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر انعام خاص کا

مستحق ٹھہرائے گا (سنن ترمذی کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ ﷺ باب فی کظم الغیظ) ۔ یعنی صرف غصہ دو طرح کے نتائج پیدا کرتا ہے ایک غصہ کی حالت تو یہ ہو جاتی ہے کہ پھر انسان کہتا ہے جو بھی ہو میں کر گزروں گا۔ کمزور ہو تب بھی وہ مٹ جانے کا فیصلہ کر لیتا ہے اور مضبوط ظالم پر بھی ہاتھ ڈال بیٹھتا ہے اور ایک غصہ کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جسکو غصہ دلایا جائے وہ طاقتور بھی ہو یا بدلے کی طاقت رکھتا ہو ویسے طاقتور ہو یا نہ ہو کم سے کم اس وقت کسی پہلو سے بدلہ کی طاقت رکھتا ہو مثلاً ایک کمزور آدمی کو ایک طاقتور آدمی گالی دے دے تو اتنی طاقت تو اس میں بہر حال ہے بیچارے میں کہ وہ گالی آگے سے دے دے اور زیادہ موٹی گالی دے دے پھر اسکو مار پڑے جتنی چاہے پڑ جائے اس کا دل اس گالی سے بعض دفعہ اتنا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ وہ مارنے والا مارنے کی طاقت ہونے کے باوجود بھی اتنا غصہ نہیں اپنا نکال سکتا جتنا وہ کمزور زیادہ سخت اور زیادہ موقع کی لگتی ہوئی گالی دے دے اس کو۔ تو غصہ جو ہے بعض دفعہ کمزوروں کو بھی ایسی بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ کمزوری کے باوجود وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک لطیفہ بھی آتا ہے کہ ایک بہت مضبوط موٹا تازہ پہلوان اکھاڑے سے آرہا تھا چپڑا ہوا سارا جسم تیل سے اور ٹنڈ کروائی ہوئی چمکتی ہوئی، سر منڈایا ہوا اور اوپر تیل ملا ہوا تو ایک کمزور سا بیچارہ آدمی دبلا پتلا جا رہا تھا وہ اس نے پیچھے سے اچھل کر اس کے سر پر ٹھنگا مار دیا، اس نے جو مڑ کر دیکھا تو اس کو اور بھی غصہ آیا کہ کوئی مقابل کا ہوتا تو اور بات تھی اسکو جرأت؟ اس نے اسکو لٹا کر مارنا شروع کیا تو اس نے آگے سے جواب دیا کہ ’پہلوان جی ہُن جنّا مرضی کُٹ لو جو مینوں ٹھونگے دا سواد آ گیا او تو انوں نہیں آسکدا‘۔ مار لو جتنا مارنا ہے جو مزہ آیا ہے نا اس ٹھونگے کا وہ اور ہی مزہ ہے۔ تو کمزور بھی بعض دفعہ غصے پر ضبط نہ کرے تو ایسی بات کہہ دیتا ہے کہ جو مزہ اس کو آجاتا ہے وہ دوسرے کو آ ہی نہیں سکتا پھر۔

تو حلیم وہ ہوتا ہے کہ ہر حالت میں ضبط کرتا ہے۔ اسکو مزہ لینے کے مواقع ہوتے ہیں لیکن وہ رک جاتا ہے اس فراست کو، اس عقل کو حلم کہا جاتا ہے۔ موقع ہو اور پھر انسان باز آجائے اور اس کی عقل قائم رہے اور غصے سے مغلوب نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ اس کو یہ خوش خبری دے رہے ہیں فرماتے ہیں تمہارے لئے یہ خوش خبری ہے کہ قیامت کے دن سرِ میدان خدا تمہیں بلائے گا اور بطور خاص تمہیں انعام عطا فرمائے گا کیونکہ یہ صفت ایک غیر معمولی صفت ہے اس لئے انعام بھی غیر معمولی ہونا چاہئے، ہر انسان میں یہ صفت نہیں پائی جاتی بڑا عزم چاہئے اس بات کے لئے کہ انسان حلیم ہو

تبھی بہت کم لوگوں کے لئے لفظ حلیم استعمال ہوا ہے۔ انبیاء میں بڑی بڑی صفات ہوتی ہیں لیکن غیر معمولی طور پر جو لفظ حلیم استعمال ہوا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے استعمال ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بڑی خوش خبری دی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ فرمایا کہ تجھے ایک بیٹا دیا جائے گا وہ دل کا حلیم ہوگا یعنی ایسے وقت میں ہم تمہیں ایک ایسا وجود بخش رہے ہیں جب کہ حلم مفقود ہو چکا ہے لیکن وہ صاحب حلم آنے والا ہے۔

تو حضرت رسول اکرم ﷺ تو یہ توقع رکھ رہے ہیں آپ سے کہ جس طرح عیسیٰؑ سے خدا نے کہا تھا کہ تیرے بعد ایک اور قوم آنے والی ہے، ایک اور قسم کے مسیحی پیدا ہونے والے ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہوں گے اور ان سے ہنر سیکھیں گے، ان سے آداب حاصل کریں گے، وہ قوم ایسی ہوگی کہ جب حلم دنیا سے مفقود ہو چکا ہوگا تو اس وقت وہ صاحب حلم ہوں گے۔ پس آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کا آپؑ بھی مورد ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت حلم مفقود ہو چکا ہے دنیا سے۔ جماعت احمدیہ نے اس صفت کا جھنڈا پھر اٹھانا ہے اور دنیا میں دوبارہ اس کو قائم کرنا ہے لیکن خیرات گھروں سے شروع ہوتی ہے پہلے اپنے گھروں میں تو حلیم بن جائیں جو اپنی عورت کے مقابل پر حلیم نہیں ہے، جو کمزور بچوں کے مقابل پر حلیم نہیں ہے جو مغلوب الغضب ہو کر ان پر ہاتھ اٹھاتا ہے اور زیادتیاں کرتا ہے اور ظلم اور سفا کی سے کام لیتا ہے وہ اپنے دشمن کے مقابل پر کیسے حلیم ہوگا؟ بظاہر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے فلاں نے گالیاں دیں، فلاں مولوی صاحب نے اس قدر بدکلامی کی دیکھو میں حوصلے میں رہا لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اسے جھٹلائیں گے کہ تو اس لئے حوصلے میں رہا کہ تو کمزور تھا اس لئے کہ تیرا بس نہیں چل رہا تھا جب میرے کمزور بندے تیرے سپرد کئے گئے تھے جن پر تیرا بس چلتا تھا اس وقت تو نے کبھی حلم نہیں دکھایا۔ پس تو نے میری صفت حلم سے تعلق توڑ ڈالا ہے تیرا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس پہلو سے اس لئے گھروں میں پہلے حلیم بنئے ان کمزوروں کے اوپر حلیم بنئے جو آپ کے سپرد کئے گئے ہیں تب اللہ تعالیٰ کی صفت حلیمی آپ کو ڈھانپ لے گی اور طاقتور کے غضب کی راہ میں حائل ہو جایا کرے گی، توفیق ہی نہیں دے گی کسی طاقتور کو کہ اس کا غصہ آپ پر ٹوٹ پڑے کیونکہ آپ نے خدا کی خاطر اپنے غصہ کو روکا تھا اور اپنے فہم کو قائم رکھا تھا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔